از

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب دامت برکاتہم

جو

جمعیۃ علماء ہند کے سترھویں اجلاس عام

منعقدہ ۲۰-۲۱-۲۲-رجب ۱۳۷۰ھ ۲۷-۲۸-۲۹-اپریل ۱۹۵۱ء

جمعہ شنبہ یکشنبہ بمقام

حیدرآباد

میں حضرت موصوف نے پیش فرمایا

قیمت ۸ آنے

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ - نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ و نتوکل علیہ - ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّاٰت اعمالنا - من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہ - صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم - کما یحب ربنا ویرضیٰ -

ارا کین کرام - نمائندگان محترم - اور معزز حاضرین

جمعیتہ علماء ہند کی صوبائی مجالس نے صدارت کا یہ بارگراں اس مرتبہ بھی بندہ ناچیز کے دوشِ ناتواں پر ڈال دیا - یہ منصب جلیل میری حیثیت سے بہت بلند ہے - مگر یہ ناکامی بھی کس قدر تعجب انگیز ہے کہ میری حقیقی معذرت بھی شرف پذیرائی حاصل نہیں کر سکی -

دوستوں اور بزرگوں کی شفقت ومحبّت کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے کہ میری زحمت وکلفت کا بھی لحاظ کیا جائے - مگر ایک طرف اعتماد والتفات اور دوسری طرف یہ بے التفاتی - حیرت انگیز "تضاد" ہے -

شاید بابِ محبت میں یہ تضاد بھی جائز ہو -

قد تفرد بالاحکام فی اھلہ الھوی

بزرگانِ ملت - اور برادرانِ عزیز -

اس سے پہلے جمعیۃ علمار ہند کے اجلاس عام کے سلسلہ میں ہم لکھنؤ میں جمع ہوئے تھے اس سال ہم حیدرآباد میں یہ تقریب منا رہے ہیں، لکھنؤ اور حیدرآباد - ایک دوسرے سے تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہیں - مگر مادرِ وطن کی سوانح حیات ان کو ایک دوسرے سے بہت نزدیک قرار دیتی ہے۔ نظام الملک آصف جاہ - اور برُہان الملک ایک ہی آسمان سیاست کے دو تارے تھے - ایک شمال میں چمکا - اور دوسرا جنوب کا قطب بنکر تین سو سال تک - سیاست و ریاست کا محور رہا - دورِ حاضر کی سیاست نے بھی ان کو بہت ہی قریب کر دیا ہے - یہ دونوں مرکز - نوخیز جمہوریہ ہند کے دو بازو ہیں - ایک کی قوت سے دوسرے کو طاقت پہونچتی ہے اور کسی ایک کی بے چینی روحِ وطن کو بے چین اور مضطرب کر ڈالتی ہے - یہ حسن اتفاق کس قدر قابل مسرت ہے کہ لکھنؤ کے بعد حیدرآباد کی دعوت، مجلس عاملہ جمعیۃ علمار ہند نے منظور کی - اور تاریخی اور سیاسی مناسبت جمعیۃ علمار ہند کے اجلاسوں میں بھی رونما ہوئی

بہرحال اس وقت ہم اس مبارک اجتماع میں شریک ہیں تاکہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے فرض کو پہچانیں اور ادائے فرض کے لئے کمر ہمت چست کر کے میدان عمل میں اُتریں۔

جمعیۃ علمار ہند اور داستانِ ماضی

بُزرگانِ محترم - جمعیۃ علمار ہند کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی اور ملی نظم و ضبط اپنے مذہبی شعائر - مذہبی علوم - اسلامی تہذیب - اور ملی آثار و روایات کی حفاظت کے ساتھ - ملک کا اہم عنصر اور ایک مضبوط بازو بنکر رہیں اور ناموس وطن کے بہادر محافظ اور ترقی ملک کے جانباز علمبردار ثابت ہوں علمار حق اور پیروان ملتِ بیضار کے اس یقین اور اذعان میں کبھی بھی تذبذب نہیں آیا کہ مستقبل کو اپنے ہی عمل اور کردار سے تاریک یا روشن بنایا جاتا ہے سیاست اور بالخصوص انقلاب انگیز سیاست لطف و کرم کے مفہوم سے نا آشنا ہوا کرتی ہے - وہ عطا کرنا نہیں جانتی - اس سے وصول کیا جاتا ہے ایثار - قربانی اور جد و جہد روشن مستقبل کی بنیادیں ہیں انہیں بنیادوں پر قوموں اور ملتوں کے شاندار مستقبل

کی تعمیر ہوا کرتی ہے - اگر یہ بنیادیں کھوکلی ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت مستقبل کو روشن نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ خالق انقلاب - کا یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورہ رعد)

جس کی تفسیر اس شعر میں کی گئی ہے - خدا نے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی : نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

چنانچہ علمارِ حق نے ترقی اقوام کے اس فلسفہ کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا آپ ان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اول سے آخر تک آپ کو مصائب کے خونیں دریا اُمنڈتے ہوئے نظر آئیں گے جن میں علمائے ربانی شناوری کرتے ہوئے حق رہنمائی ادا کرتے رہے اور طوفان انگیز گردابوں کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے اُمتِ مرحومہ کی کشتی پار لگاتے رہے -

یہ قریب کا زمانہ جس میں انگریزوں نے ہندوستانیوں کی آزادی سلب کی تھی ہمارے سامنے ہے اس کی چشم دید شہادتیں اپنے بزرگوں کی زبانی ہم نے سُنی ہیں اور پھر بہت کچھ آنکھوں سے دیکھا اور بڑی حد تک اس رزمگاہ کو آزمایا ہے - اُن علمارِ حق اور اُن پاکباز محبان ملک و ملت کی شمار شکل ہے جنہوں نے انگریزی اقتدار کی ہیبت ناکیوں کا استقبال اپنی تباہیوں اور بربادیوں سے کیا - شمالی ہند میں بہت سے دن ایسے گذرے جن کی صبح اس طرح شام لائی کہ حق پرست بندگانِ خدا کی گردنیں پھانسیوں کے "گلوبند" پہن رہی تھیں اور اُن کے معصوم لب دار و رسن کو بوسے دے رہے تھے آج کونسا تاریخی جیلخانہ برارت پیش کر سکتا ہے کہ وہ علمارِ ملت کے لئے دار محن نہیں بنا -

جزائر انڈمان کا جگر آج بھی اُن شہدائے کرام کا امانت بردار ہے جنھوں نے برطانوی سامراج کی عنایت سے اپنی خدا پرستانہ زندگیاں اس کی تلخ اور ترش آب و ہوا میں ختم کیں -

تِلْكَ اٰثَارُنَا تَدُلُّ عَلَیْنَا -

یہی جذبات جو جانشین علمار کو اپنے بزرگوں کی طرف سے ودیعت ہوئے تھے اُنیسویں صدی کے آغاز میں اُس انقلابی جدوجہد کے محرک بنے جو ریشمی رومال کی تحریک سے مشہور ہوئی۔

پھر جب پورے ملک میں بیداری کی لہر دوڑی اور انقلاب کی خفیہ کوششیں جو متعدد جماعتوں کی طرف سے ہو رہی تھیں انھوں نے عوامی تحریک کی شکل اختیار کی - ہندو مسلم اشتراک و تعاون کے ساتھ، مقاومتہ بالصبر یعنی عدم تشدد اور ستیہ گرہ کو لائحہ عمل قرار دیا گیا - اور جو مشورے نہاں خانوں اور تاریک کوٹھریوں میں ہوا کرتے تھے کھلے پلیٹ فارموں پر ان کی نقاب کشائی ہونے لگی تو "مجاہدین ملت، محبان وطن" علمار نے ایک طرف مشترک ملکی مقاصد کے لیے مسلمانوں کو مشترک وطنی پلیٹ فارم یعنی انڈین نیشنل کانگرس میں شریک ہونے کا مشورہ دیا دوسری جانب ملی اور مذہبی مقاصد کے لئے سنہ ۱۹۱۹ء میں ایک نظام قائم کیا جس کا نام جمعیتہ علمار ہند ہے -

سنہ ۱۹۱۹ء سے سنہ ۱۹۵۱ء تک جمعیتہ علمار ہند کا بتیس ۳۲ سالہ دور، نہ صرف جمعیتہ علمار ہند بلکہ پورے ملک کے لئے انقلابی دور رہا ہے - اس ہنگامی اور انقلابی دور میں جس طرح جمعیتہ علمار ہند اپنے فرائض کو انجام دینے میں اپنی پوری ہمت و کوشش صرف کرتی رہی جو مذہبی اور ملی لحاظ سے اس نے اپنے ذمہ لیے تھے، ٹھیک اسی طرح وہ اس انقلاب آفریں دور کے ان تقاضوں کو بھی پورے ایثار - سرگرمی اور سرفروشی کے ساتھ پورا کرتی رہی جو ملک کا ایک اہم عنصر ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے ذمہ عائد ہوتے تھے - چنانچہ ایک طرف مذہب یا کسی مذہبی شعار کے متعلق جب بھی خطرہ پیدا ہوا جمعیتہ علمار ہند کے خدام سامنے آئے اور مخالف طاقتوں کے مقابلے کے لئے اپنے سینے کھول دیئے - اور دوسری جانب سامراجی بدیشی حکومت کے خلاف مجاہدانہ سرفروشیوں کو لبیک کہا -

تحریک خلافت کے دور میں اراکین جمعیتہ کی سرفروشانہ جدوجہد، سنہ ۲۴ء تا سنہ ۲۷ء کے پُرآشوب زمانے میں جمعیتہ علمار کی تبلیغی سرگرمیاں - حفاظت اوقاف - شریعت کے مطابق تقسیم وراثت - شریعت مقدسہ کے دستور و آئین کے بموجب فسخ نکاح وغیرہ کے لئے قانون بنوانے کی سعی بلیغ - حج بیت اللہ شریف اور حضرات معلمین کے لئے مشکلات اور پابندی پیدا کرنے والے برطانوی مسودات قانون میں ترمیم و اصلاح کی آئینی کوشش - علوم اسلامیہ کی حفاظت کے لئے مدارس عربیہ کی سرپرستانہ

تائید و حمایت - ارتداد زدہ علاقوں میں دینی مکاتب کا قیام - حجاز مقدس کی حفاظت اور ترقی کے سلسلہ میں موتمر اسلامی (منعقدہ مکہ معظمہ) میں شرکت و رہنمائی - دنیائے اسلام کو ایک سلک میں منسلک کرنے کے لئے موتمر اسلامی منعقدہ قاہرہ (مصر) میں مسلمانان کی جانب سے نمائندگی اور اصابت رائے کا مظاہرہ - قبلۂ اولیٰ (یعنی بیت المقدس) کی حفاظت اور فلسطین میں صیہونی تحریک کو ناکام کرنے کے لئے ہندوستان میں سرفروشانہ مظاہرے - جد و جہد اور مالی امداد و اعانت (وغیرہ وغیرہ) جمعیۃ علمار ہند کی خدمات ملی کے چند باب ہیں جو صرف جمعیۃ علمار ہند کی تاریخ بلکہ مسلمانان ہند کی مذہبی اور ثقافتی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں -

ساتھ ہی سیاسی میدان میں جمعیۃ علمار ہند کی یہ کوشش رہی کہ انقلاب ہندوستان کی جد و جہد میں مسلمانوں کا قدم پیش پیش رہے - وہ آزادی کے بہادر مجاہد - اور اہل وطن کے بہادر رفیق ثابت ہوں - تاکہ آزاد ہندوستان کا نقشہ وہ خود اپنے قلم سے تیار کر سکیں اور نقشہ کی تکمیل میں کسی حالت میں بھی دوسروں کے دست نگر اور محتاج نہ ہوں - چنانچہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب جذبات حریت و استقلال نے - مشترک مقاصد کے لئے - انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم کو اختیار کر کے ملک کو امداد کے لئے پکارا تو افراد سے قطع نظر ملک کی تمام مذہبی جماعتوں میں سے صرف جمعیۃ علمار ہند ہی وہ جماعت تھی جس نے اس دعوت کو لبیک کہا اور اپنی بضاعت و استطاعت سے زیادہ ہر موقع پر قدم آگے بڑھا کر فداکاری کا ثبوت دیا - چنانچہ ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۴۶ء تک پورے ستائیس سال انڈین نیشنل کانگریس کی طرح جمعیۃ علمار ہند کے کیمپ بھی حریت نواز سرگرم کار رہے - اور جب بھی ملک کو آزادی کی طرف آگے بڑھانے کے لئے متحدہ متہ بالبصر (یعنی ستیہ گرہ) کی شکل میں یا مقاصد آزادی کے پیش نظر آئینی سرگرمیوں کی صورت میں کسی تحریک کی ضرورت محسوس کی گئی - جمعیۃ علمار ہند کے رہنما اس کے علمبردار رہے اور ارکان جمعیۃ کے قدم صف اول سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے -

حضرات: مجھے کہنے دیجئے کہ دلیل اور انصاف کی روشنی میں اس حقیقت سے کبھی بھی انکار نہیں

کیا جا سکتا کہ اگر جمعیتہ علمار ہند کی تجویز کردہ لائنوں اور مرتب کردہ فارمولے پر آزادی کا راستہ طے کیا جاتا تو ممکن تھا کہ دس پانچ سال زیادہ صرف ہو جاتے مگر وہ تباہیاں جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور جس گرداب بلا میں اس وقت تک ملک گھرا ہوا ہے اُن سے ملک کا قافلہ یقیناً محفوظ رہتا اور کامیابی کے بعد دورِ حاضر کی ناکامیاں ہمارے سامنے یقیناً نہ آتیں لیکن "جف القلم بما ھو کائن"

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

مقدر یہی تھا کہ انگریز کی پالیسی کامیاب ہو - ہم خود اپنے دشمن بنیں - اپنے ہاتھوں اپنے ملک کو تقسیم کریں - انقلاب کے خون افشاں سیلاب کا رُخ انگریز کے بجائے خود اپنی طرف پھیر لیں - اور اس طرح اپنے ہاتھوں اپنے گلے کاٹیں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو قربان کریں اپنے ملک، اپنے وطن اپنے شہر، اپنے محلہ اور خود اپنے آپ کو تباہ و برباد کر دیں -

بہر حال ملک تقسیم ہو چکا، پاکستان کی اسکیم جس کی تخلیق ۱۹۳۰ء سے پہلے انگریز کے ہاتھوں ہوئی تھی، عرصہ ہوا حقیقت بن چکی اور جس طرح انڈین یونین پوری دنیا کی سیاست میں ایک مرکز ہے، پاکستان بھی انٹرنیشنل سیاست کا ایک مستقل یونٹ قرار دیا جا چکا - اب اس قصہ پارینہ کو دہرا کر مندمل زخموں کو کُھرچنے سے کوئی فائدہ نہیں - اب پورے ملک کا فائدہ اسی میں ہے اور نہ صرف انڈین یونین بلکہ پورے ایشیا کی مصلحتوں کا یہی تقاضا ہے کہ دونوں ملکوں کے تعلقات خوشگوار ہوں - آپس میں ایک دوسرے پر پورا اعتماد ہو - آپس کے قضیوں کو خود طے کریں - دونوں ملکوں کے عوام ایک دوسرے کے قریب ہوں، اُن کے تجارتی اور اقتصادی تعلقات زیادہ سے زیادہ بہتر اور مضبوط ہوں - آمد و رفت کے راستے کھلے ہوئے ہوں اور جو تلخیاں برداشت کی جا چکی ہیں، اُن کی جگہ محبت اور دوستی کے ترانے ہر جگہ گائے جائیں -

وما ذلک علی اللہ بعزیز

جمہوریہ ہند کا امید افزا دستورِ اساسی

برادرانِ محترم! ان تباہیوں اور بے پناہ مشکلات کے باوجود جو تقسیم ہند کے بعد برداشت کرنی پڑی ہیں، یہ بات قابل اطمینان ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کا "اقتدارِ اعلیٰ (ہائی کمانڈ) اپنے نظریات کے محور سے نہیں ہٹا - گاندھی جی کی قربانی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے پنڈت نہرو - مولانا آزاد - راج گوپال آچاریہ جیسے گاندھی جی کے ساتھیوں اور سچے پیرووں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ انڈین یونین کا دستورِ اساسی (کانسٹی ٹیوشن) جمہوریت اور غیر فرقہ واریت کے اصول پر وضع کیا گیا۔

یہ بات قابل مسرت ہے کہ یہ "دستور" ہندوستان کے ہر ایک باشندہ کو مساوی حیثیت دیتا ہے، بلا اختلاف مذہب و ملت ہر ایک کے لئے ترقی کے دروازے کھلے رکھتا ہے - اور ہر ایک ملت کو موقع دیتا ہے کہ وہ بقاء تحفظ اور ترقی کے راستے سوچے اور آزادی کے ساتھ ان پر عمل کرے۔ اس لئے اس دستور کے بموجب جو ذمہ داری ہمارے اوپر آتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ پوری مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ ہم اُس کو انجام دیں -

جمہوریہ ہند اور ہمارے فرائض

جمہوری دستور - ساری ذمہ داری جمہور پر ڈالتا ہے - جمہوریہ کی حفاظت اور ترقی - جمہور کا فرض ہے - جمہور کی اصلاح، جمہوریت کی درستی ہے - جمہور کی شائستگی، سرگرمی اور ایثار سے جمہوریہ ترقی کرتا ہے - آج مسلمانوں پر جمہوریہ ہند کا اہم عنصر اور دوسرے درجہ کی طاقت ہونے کے لحاظ سے کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے - اس کو وہ کس طرح انجام دے سکتے ہیں - کہاں تک اس ذمہ داری کو انجام دے چکے ہیں اور آئندہ انہیں کیا جدوجہد کرنی ہے - مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر غور کریں اور جسدِ ملک کا ایک بازو ہونے کی حیثیت سے اُس پر پوری مستعدی اور سرگرمی سے عمل پیرا ہوں نیز ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے ملی اور اجتماعی فرائض کیا ہیں - ہم کس طرح اپنے مذہب، مذہبی علوم، اسلامی تہذیب، اپنے مآثر و معابد اور اپنے اوقاف کی حفاظت کر سکتے ہیں اور اُن کو

ترقی کے راستہ پر کس طرح لگا سکتے ہیں، کیا کیا مشکلات سنگ راہ ہیں اور ان کو رفع کرنے کی کیا صورتیں ہیں۔ غرض اسلامی تہذیب و ثقافت کی حفاظت و ترقی کے ساتھ ساتھ ہم ملک کی "تعمیر جدید" میں اپنی حیثیت اور تاریخی عظمت کے مطابق کس طرح حصہ لے سکتے ہیں۔ ان مسائل پر غور کرنا اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ان کا حل تلاش کرنا، جمعیۃ علماء ہند کا فرض ہے۔

یہی فرض اس اجلاس کا داعی اور محرک ہے۔ آج اس فرض کو انجام دیتے وقت چند بنیادی امور ہمارے پیش نظر رہنے ضروری ہیں، مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان اساسی نقطوں کی طرف آپ حضرات کی توجہ منعطف کرادوں۔

چند بنیادی نظریات

بزرگان محترم اور عزیزان ملت۔

ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنا نصب العین معلوم کرے۔ جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہوگا نہ کوئی مفید لائحہ عمل بن سکتا ہے اور نہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

بزرگان محترم۔ ہمارا یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے کہ "امت اسلامیہ" خیر الامم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ (آل عمران ع)	تم بہترین ہو ایسی امت جو انسانوں کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اچھی بات کا حکم کرتے ہو، بری بات سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو۔

لیکن یہ عقیدہ اور خیر امۃ کا قرآنی لقب ہمارے اوپر خاص خاص فرائض عائد کرتا ہے۔ کاش ہم ان کو پہچانیں اور پوری مستعدی سے ان کو پورا کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

مَنْ سَرَّہٗ ان یکون من تلک الاُمَّۃ فَلْیُؤَدِّ شَرْطَ اللہِ فینا۔	جو چاہتا ہے کہ اس کا شمار اس اُمت میں ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرے جو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے۔

آیہ کریمہ واضح کر رہی ہے کہ اس اُمت کی بعثت نہ صرف اس لئے ہے کہ اس امت کو دینی اور اور دنیاوی منافع حاصل ہوں، بلکہ اس امت کی بعثت کا اہم مقصد اور نصب العین یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اس سے نفع پہنچے۔ عالم انسانی اس کے "خیر" سے بہرہ اندوز ہو۔ یہ اُمّت خیر الامم اس لئے ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرتی رہے۔ یعنی امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔ کے فرض کو حسن و خوبی سے انجام دیتی رہے۔ اس لئے وہ "خیر البریہ" ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہی ہیں
اولٰئکَ ھُمْ خیر البریہ (سورہ بینہ)	مخلوق میں سب سے بہتر۔

وہ آیتِ کریمہ جو ملّت اسلامیہ کو خیر امۃ قرار دیتی ہے اُس کا دوسرا حصہ عبرت آموز سبق بھی پیش کر رہا ہے۔ دوسرے حصہ میں ارشاد ہے

ولو امن اھل الکتاب لکان خیرًا	اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ہوتا خیر۔ ان کے
لھم منھم المومنون واکثرھم	لئے۔ ان میں سے کچھ صاحب ایمان ہیں اور اکثر
الفاسقون (آل عمران ع ۱۲)	فاسق و بدکار ہیں

یہ چند الفاظ۔ بنی اسرائیل کی ہزار ہا سالہ تاریخ کی طرف ہماری توجہ منعطف کرا دیتے ہیں اور اس انقلاب عظیم کی علت بھی واضح کر دیتے ہیں جو ملّت اسلامیہ کے ظہور کے وقت ہوا تھا، یعنی بنی اسرائیل کی شوکت و حشمت۔ اُنکی شاندار تاریخ اور تاریخی نزاہات کو آج اس لئے ختم کیا جا رہا ہے اور

انی فضلتکم علی العالمین۔ (سورہ بقر ع ۶)	میں نے فضیلت دی ہے تم کو تمام جہانوں پر۔

کا طرۂ امتیاز جو بنی اسرائیل کو عطا ہوا تھا اور جو انعام خداوندی ہزار ہا سال تک ان کے لئے مخصوص رہا تھا آج وہ سب ان سے اس لئے واپس لیا جا رہا ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کا جو فرض ان پر عائد ہوا تھا اس کو انجام دینے کی

اہلبیت بنی اسرائیل نے فنا کردی ہے۔ ایمان باللہ اور خوف خدا، کے بجائے بارگاہ رب العزت میں گستاخانہ جرارت اُن کا قومی مذاق بن گیا ہے۔ لاحاصل تمناؤں اور غلط عقیدوں نے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تمام قدر وقیمت کو ختم کر دیا ہے۔

لن تمسنا النار الا ایاما معدودہ (سورہ بقر)
ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ مگر گنتی کے چند روز۔

اور نحن ابناء اللہ واحباءہ (سورہ مائدہ)
ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں)

جیسے عقائد نے پاداش عمل کے عقیدہ کو مضمحل کر کے یوم الآخر، یوم الدین اور یوم الحساب کے تصور کو بے معنیٰ اور لاحاصل بنا دیا ہے۔

لہذا یہ منصب جلیل اُن سے واپس لے کر امت اسلامیہ اور امت محمدیہ علی موسسہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کیا جا رہا ہے اور آج عرفات کی چوٹیوں پر یہ بشارت اصحاب محمد (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین) کو سنائی جا رہی ہے کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (سورہ مائدہ ۱۶)
آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین پوری کر دی تمہارے اوپر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام

برادران عزیز اور بزرگان ملت۔

جس طرح آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کی ملت "خیر امتہ" ہے اسی طرح آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ اس ذات اقدس سے وابستہ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں "رءوف رحیم" فرمایا ہے (سورہ توبہ) جس کو دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا گیا کہ پوری کائنات پر خدا کی رحمت نازل ہو۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحم کرنے کے لئے تمام جہانوں پر

لیکن مجھے معاف فرمائیں - اگر میں اس بدقسمتی کا شکوہ کروں کہ اس آیت کے مفہوم میں دماغی اختراع نے بے جا مداخلت کی ہے اور عام طور پر سمجھا جانے لگا ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی کریں وہ غیر مسئول ہیں اور صرف اس بنا پر کہ وہ رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس سے وابستگی کا دعوٰے کرتے ہیں مغفور ہیں - جو چاہیں کریں، ان سے کوئی باز پرس نہیں - یعنی اسرائیلی عقیدہ نحن ابناء اللہ واحباء لا کو ختم کرنے کے بجائے معاذ اللہ اس کی نقل شروع کر دی گئی ہے -

حالانکہ ہر ایک صاحب علم سمجھتا ہے کہ مفاد آیت یہ ہے کہ جس طرح سرور کائنات سید الموجودات - محبوب رب العالمین (علیہ الف الف صلوات وتسلیمات) یتیموں کے والی - بے کسوں کے وارث - غریبوں کے ہمدرد - غم زدوں کے غمگسار، مصیبت زدوں کے مددگار تھے - اسی طرح آپ کے متبع - آپ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والے اور آپ کے دامن اقدس سے وابستہ ہونے والے - ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہو - وہ خدائے واحد کا پرستار اور عبادت گذار ہو - غریبوں کا ہمدرد ہو - یتیموں اور بے کسوں کا غمگسار ہو - ظلم وعدوان کا مخالف - مظلوموں کا حامی اور مددگار ہو - اس کے مکارم اخلاق ہر ایک کے لئے آیۂ رحمت ہوں اور اُس کے اعمال خیر اور افعال حسنہ سارے عالم کے لئے باعث خیر و برکت ہوں -

اُس کی پُر اخلاص دعائیں - لاکلوا[1] من فوقھم ومن تحت ارجلھم (سورۂ مائدہ) کی تصدیق دنیا کے سامنے پیش کریں اور اس کا پُر خشوع استغفار - یرسل السماء علیکم

---

[1] سورہ مائدہ کی یہ آیت اہل کتاب کو تنبیہہ کر رہی ہے کہ اگر وہ توراۃ وانجیل پر اور ان احکام پر جو توریت وانجیل کے علاوہ دوسرے صحیفوں میں نازل ہوئے تھے - پوری طرح عمل کرتے تو اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور پیروں کے نیچے سے بھی - یعنی آسمانوں سے بھی برکتیں نازل ہوتیں اور زمین کی برکتیں بھی ان کے اطمینان ومسرت میں اضافہ کرتیں (لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا لہذا طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے)

مدرارا - ویمدد کم باموال و بنین و یجعل لکم جنات ویجعل لکم انھارا[1] (سورہ نوح) کا نظارہ دنیا کو دکھائے

ملاء اعلیٰ اُن کے اعمال حسنہ اور خصائل حمیدہ سے لطف اندوز ہو۔ فرشتے اُن کے لئے دعاء خیر و برکت کریں اور اُن کے لئے دعاء مغفرت کو اپنی فطری تسبیح و تقدیس کا ایک جز بنا لیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم و یومنون بہ ویستغفرون للذین اٰمنوا ربنا وسعت کل شئ رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا و اتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم۔ (سورہ مومن)	حاملین عرش اور جو عرش کے ماحول میں ہیں اپنے رب کی حمد و ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اہل ایمان کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے گھیر لیا ہے ہر ایک چیز کو رحمت اور علم سے پس معاف فرما ان کو جو توبہ کریں اور تیرے راستہ پر چلیں اور ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ فرما۔

اس طرح ایک خیر و برکت کی فضا آسمان سے زمین تک، عرش سے فرش تک قائم ہو، اور دنیا شہادت دے کہ آپ "خیرامۃ" ہیں آپ "خیر البریہ" ہیں۔ آپ "شھداء علی الناس" ہیں۔ مختصر یہ کہ آیات کریمہ نے اس کی بجائے کہ آپکو فخر و مباہات کی کوئی سند عطا کریں، آپ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد کی ہیں اور آپ کے فرائض کا دامن بہت وسیع

---

[1] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

اپنے رب سے معافی کی دعا کرو۔ بیشک وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ آسمان کی دھاریں تمہارے لئے کھول دے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ کرے گا اور تم کو سرسبز و شاداب باغ اور رواں دواں نہریں عطا فرمائے گا۔

کردیا ہے۔

ایک مسلمان کی خدمت - صرف اس کی ذات، اس کے اہل و عیال - یا اس کے خاندان اور قبیلہ تک محدود نہیں ہو سکتی - اس کی خدمات کا دائرہ کسی طبقہ کی حدود میں محصور نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی نفع رسانی - رنگ و نسل کے امتیاز سے آزاد ہوگی - اس کی محبت و شفقت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں ہوگی اور وہ تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد - ایک خالق کی مخلوق اور ایک رب کی عیال سمجھ کر امداد و اعانت - ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کو عام کرے گا، اس کا ذاتی مفاد - اس کی نظر میں ہیچ ہوگا اور اس کی تمام جد و جہد انسانیت کے مفاد کے لئے وسیع تر ہوگی وہ ہر بات جماعتی نقطہ نظر سے سوچے گا اور نوع انسان کی فلاح و بہبود اس کے نفع و نقصان کا معیار ہوگی

غرض ایک مسلمان کا کردار اور اسکی گفتار اس رحمت عالم کی زندگی پاک کا اسوہ ہونا چاہیے جس نے سارے عالم کو پیغام رحمت سنایا۔

جس نے ساری مخلوق کو اللہ کی عیال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا -

فَاَحَبُّ الخلق اِلَی اللّٰہِ من احسن اِلٰی عیالہ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بیہقی)	اللہ تعالےٰ کے یہاں زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال پر احسان کرے۔

جس نے مومن کی تعریف یہ فرمائی -

المومن من اٰمنہ الناس علٰی دماءھم واموالھم (بخاری شریف)

المومن من اٰمن الناس بوائقہ (ترمذی شریف)

یعنی مومن وہ ہے کہ تمام انسانوں کی جانیں اور مال اس کے ہاتھوں محفوظ رہیں اور کسی انسان کو بھی اس کی وجہ سے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو -

اور ہر ایک مومن کو یہ ہدایت فرمائی -

صِل من قطعکَ واعف عمّن	جوڑو اس سے جو تم سے توڑلے (قطع تعلق کرلے)

ظلمك واحسن الی من اساءَ — معاف کرو اس کو جو تم پر ظلم کرے اور بھلائی کرو

الیک ۔ (بخاری شریف) — اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ بُرائی کرے۔

جو شب کے آخر حصّہ میں جب طویل القیام نوافل سے فارغ ہو کر مناجات میں مشغول ہوتا تو بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا کرتا تھا۔

اللّٰھم ربنا و رب کل شیءٍ ۔ انا شھید — اے اللہ ۔ اے ہمارے پروردگار اے پالنے والے

ان العباد کلھم اخوۃ (ابوداؤد شریف — ہر چیز کے ۔ میں گواہ ہوں (اقرار کرتا ہوں) کہ تمام بندے

باب مایقول الرجل اذا سلّم) — بھائی بھائی ہیں۔

بزرگانِ محترم — اگر ہم اپنے منصب کو پہچانیں اور منصبی فرائض کو انجام دینے کے لئے کمربستہ ہوں ۔ تو ہم ربّ العالمین کے سچے وفادار ہونگے ۔ اس کی بارگاہ اقدس میں سرخروئی حاصل کریں گے اور یہی اوصاف و خصائل ہمیں جمہوریہ ہند کا سب سے بہتر عنصر بنا دینگے ۔ صحیح جمہوریت انہیں اوصاف کی مقتضی ہے ۔ جمہوریت کی پائیدار ترقی' عددی اکثریت پر نہیں بلکہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی استواری پر ہے ۔ کردار کی خوبی اقلیت کو بھی اکثریت کا سرتاج بنا دیتی ہے ۔ گنتی میں کم ہونا خطرہ کی چیز نہیں ۔ ہاں کوتاہی عمل ۔ خرابی کردار اور دولت اخلاق سے محرومی سب سے بڑا خطرہ ہے ۔ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم ۔

مشکلات اور مصائب

برادرانِ ملت ۔ یہ درست ہے کہ آپ کے سامنے مشکلات اور پریشانیاں ہیں اور بسا اوقات مشکلات کی بے شمار فوجوں کو دیکھ دیکھ کر ہم اپنے مستقبل سے مایوس ہو جاتے ہیں خصوصیت سے حیدرآباد دکن کے مسلمان جو دہرے انقلاب کے شکار ہوئے ہیں ان کا نظام معیشت بڑی حد تک درہم برہم ہو گیا ہے ۔ لیکن مشکلات کے وقت بھی ہمارے نقطۂ نظر میں وسعت ہونی چاہیئے ۔ آپ صرف اپنے اوپر نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت پر نظر ڈالئے ۔ کیا دنیا میں آج کوئی زندہ قوم ایسی بھی ہے جو مشکلات میں محصور نہ ہو

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت — خود انسان کے ہاتھوں کی کرتوتوں کی وجہ سے بحر و بر

ایدی الناس (سورہ روم) خشکی اور تری میں فساد رونما ہوگیا ہے۔

خود انسان کے غلط کارناموں نے ساری عالم انسانیت کو گرداب مصائب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مصائب کی نوعیت میں بے شک فرق ہے لیکن مصیبت سے کوئی قوم محفوظ نہیں۔ تاہم مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کریں کہ اسلام کے نظریۂ کمال نے جس طرح عیش و راحت کے وقت خاص قسم کے اخلاق کریمانہ کی دعوت دی ہے اور قوت و طاقت کی موجودگی میں لا تثریب[۱] علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء کا مظاہرہ کرایا ہے اسی طرح مصیبت و آلام کے تاریک اوقات میں بھی فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل[۲] اور ان اللہ مع الصابرین[۳] جیسے عظیم الشان کردار و اخلاق کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ضبط و تحمل۔ استقلال۔ عالی حوصلگی اور توجہ الی اللہ یہ ایسی طاقتیں ہیں جن کے سامنے بالآخر ہر ایک طاقت سپر ڈال دیتی ہے۔ یہ طاقتیں امریکہ کے ایٹم بم۔ اور روس کے ہیڈروجن بم سے بھی ایک مومن کو بے نیاز کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں انہیں طاقتوں سے امداد حاصل کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی ہے۔

یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (سورہ بقرۃ) اے ایمان والو۔ مدد حاصل کرو۔ صبر سے اور نماز سے

دنیا نے ایٹم کا نسخہ ضرور دریافت کر لیا اور وہ نسخہ بھی معلوم کر لیا جس سے ایٹم کی طاقت کو

---

[۱] فتح مکہ کے بعد جب مکہ کے کفار جو تقریباً بیس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت۔ اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے۔ جنگی قیدی کی حیثیت سے بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بشارت سنائی تھی کہ لا تثریب علیکم الخ۔ آج کوئی ملامت کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔

[۲] صبر کرو جیسا کہ بڑے بڑے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔ [۳] اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

بیکار کیا جائے لیکن افسوس کہ مادی دنیا کی نگاہیں اس روحانی کیمیائی نسخہ کی صحیح حقیقت نہ معلوم کر سکیں جس سے ضبط و تحمل اور توجہ الی اللہ کی سب سے بڑی طاقتیں حاصل ہو سکیں - ایک مومن کو خوش ہونا چاہیے کہ قرآن حکیم نے یہ نسخہ بیش بہا مرحمت فرمایا ہے

اس میں کیا شبہ ہے کہ جس کو "خشوع" کا نسخہ کیمیا حاصل ہو جائے اس کے لئے "صبر" و "صلوٰۃ" یعنی ضبط و تحمل اور توجہ الی اللہ بھی سہل ہو جاتا ہے -

وانها لكبيرة الا على الخاشعين	بیشک یہ (صبر و صلوٰۃ) بہت مشکل ہے مگر یہ مشکل ان کے لئے
الذين يظنون انهم ملاقوا ربهم	آسان ہو جاتی ہے) جو خشوع کرنے والے ہیں - جو یقین
وانهم اليه راجعون (سورہ بقرہ ع ۶)	رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی
	کی طرف واپس ہونگے -

خشوع خضوع - یعنی بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار اور حضرت حق کی جانب توجہ - وہ قیمتی جواہر ہیں جو آپ کو دنیا کا سب سے گراں قدر سرمایہ بنا سکتے ہیں - یہ جواہر بے بہا آپ کو خود اپنی نظر میں بیشک ہیچ کر دیں گے - لیکن دنیا آپ کی عزت کے لئے جھکے گی -

ان العزة لله ولرسوله وللمومنين	بیشک عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے
(سورہ منافقون)	لئے اور اہل ایمان کے لئے

بہر حال صبر و ضبط "انابۃ الی اللہ" اور درگاہ باری میں سر نیاز جھکا کر "اعتماد علی اللہ" وہ گوہر دجوہر ہیں جو دشمنوں کو دوست، بد اندیشوں کو خیر اندیش بناتے ہیں اور کج روؤں کو راہ مستقیم پر گامزن کر کے خیر و برکت کی فراوانی اور امن عام و فلاح دوام کی ضمانت پیش کرتے ہیں -

ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور

برادران ملت - بے شک مشتعل جذبات کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے لیا جائے اور بسا اوقات مساوات قائم کرنے پر بھی جذبات کا اشتعال فرو نہیں ہوتا بلکہ ایک برائی کا بدلہ ہزاروں گنا برائیوں سے لیا جاتا ہے لیکن اس طرح آپ برائی کو ختم نہیں کر سکتے -

اس طرح آپ گردنوں کو تو جھکا سکتے ہیں لیکن دلوں کو رام نہیں کر سکتے، البتہ برائی اس طرح ختم ہو سکتی ہے کہ سیئہ کا بدلہ حسنہ سے دیا جائے۔ اگرچہ یہ بہت مشکل ہے مگر قلوب کو اسی طرح مسخر کیا جاتا ہے اور کشمکش کو کامیاب کرنے کی یہی صورت ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقاھا الا الذین صبروا وما یلقاھا الا ذو حظ عظیم۔

(سورہ حٰم سجدہ)

برائی کا جواب ایسی خصلت (اور ایسے اخلاق) سے دیجئے جو بہت ہی بہتر ہو تو دیکھوگے کہ وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان عداوت ہے وہ گویا سرگرم دوست ہو جائیگا یہ بات انہیں کو ملتی ہے جو ضبط اور برداشت رکھتے ہیں اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑی قسمت والے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تکونوا امعۃ۔ تقولون ان احسن الناس احسنا۔ وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساؤا فلا تظلموا (ترمذی شریف)

تم عوام کی بھیڑ کے تابع مت بنو کہ تم بھی یہی اصول بنالو کہ اگر لوگ اچھا کرتے ہیں تو تم بھی اچھا کرو اور ظلم کرتے ہیں تو تم بھی ظلم کرنے لگو۔ بلکہ اپنے نفسوں کو اس کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ اچھا کریں تو تم احسان کرو اور لوگ ظلم کرنے لگیں۔ تو تمہاری طرف سے کوئی ظلم نہ ہو۔

برادران ملت۔ "صبر" سے میری مراد بزدلی اور نامردی نہیں ہے بلکہ انتقامی طاقت ہوتے ہوئے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی پیش کش۔ سیئہ کے مقابلہ میں حسنہ کا مظاہرہ انتقام کے جواب میں عفو اور درگذر۔ مراد ہے۔ جو بزدل نہیں بلکہ مرد بہادر ہی پیش کر سکتا ہے۔

عزیزان محترم۔ جو مشکلات آپ کے سامنے ہیں وہ آپ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہیں آئیں۔ آپ کی تاریخ تو مشکلات کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر ہے۔ آپ ہمیشہ مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور آپ کا استقلال و استقامت۔ اور آپ کے حسن اخلاق مشکلات کو آسان کرتے رہے ہیں۔

اگر آپ کا نصب العین صحیح ہے اور آپ حق و صداقت کی خاطر مشکلات میں مبتلا ہیں تو آپ

یقین رکھئے نصرتِ الٰہی آپکی رفیق ہوگی اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی ۔ اللہ تعالےٰ کا بہت مستحکم اعلان ہے

وکان حقاً علینا نصر المومنین (سورہ روم)	ہم پر لازم ہے امداد اہل ایمان کی ۔

حضرت حق جل مجدہٗ کا پختہ وعدہ ہے ۔

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۔ (سورہ حج)	اللہ تعالےٰ یقیناً مدد کرے گا ان کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں ۔ بیشک اللہ تعالیٰ صاحب قوت ہے ۔ غالب ہے

مشکلات مایوسی کی چیز نہیں ہیں ۔ مشکلات زندگی کی علامت ہیں ۔ مردہ قومیں مشکلات میں مبتلا نہیں ہوتیں کیونکہ اُن کا کوئی اجتماعی نصب العین نہیں ہوتا ۔ روح ارتقا ان کے قالب سے فنا ہو چکی ہوتی ہے لیکن زندہ قومیں آزمائی جاتی ہیں اور وہ مردانہ وار مشکلات کا مقابلہ کیا کرتی ہیں ۔ مشکلات زندگی کا خاصہ ہیں ۔

چنانچہ زندہ قوموں ہی کو آگاہ کیا جاتا ہے

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (سورہ بقرۃ)	ہم تمکو آزمائیں گے کسی قدر خوف ۔ بھوک جان ۔ مال اور پیداوار کے نقصان میں مبتلا کرکے ۔

غرض مشکلات مایوسی کی چیز نہیں بلکہ بسا اوقات مشکلات روشن مستقبل کا طالع نیک ہوا کرتی ہیں ۔ البتہ ایک شرط ہے کہ ہمارے اعمال میں خلوص اور مقاصد میں للّٰہیت ہو ۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (سورہ محمد)	اگر تم مدد کروگے اللہ تعالےٰ کی وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا ۔

جمعیۃ علماء ہند کا نصب العین اور ہمارے فرائض

حاضرین کرام ۔ آپ جس جماعت کے اجلاس عام میں تشریف فرما ہیں اس کا نصب العین اور اس کے سارے نظام کا مقصود اعظم یہی ہے کہ مسلمانوں میں

وہ روح پیدا کی جائے جو خیر امۃ کے مبارک خطاب کا تقاضا ہے۔

ہم اپنی کمزوریوں کو دور کریں، تعلق باللہ کو مضبوط اور اپنے اندر وہ اخلاقی قوت پیدا کریں جو ملت کے وقار اور ناموس کو بلند و بالا کرے اور ملت کی حفاظت اور ترقی کے لئے فداکارانہ اولوالعزمی کا ثبوت دیں

آج ہمارا فرض ہے کہ اس معیار پر ہم اپنے افعال اور اپنے کردار کا جائزہ لیں اگر ہم مستقبل کو روشن دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا محاسبہ کریں کہ کیا ہمارے افعال و اعمال میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ روشن مستقبل کی تمہید بن سکیں؟

ولتنظر نفس ما قدمت لغد (سورہ حشر)

فرائضِ وقت

پس اگر ہم اور ہماری روحانی قوت اور للہیت اس معیار اور کسوٹی پر پوری اترتی ہے تو ازبس ضروری ہے کہ دورِ حاضر نے ہمارے اوپر جو چند فرائض عائد کئے ہیں ان کے لئے مسلسل جد و جہد اور وسیع پیمانے پر سعی پیہم کرتے رہیں۔

مذہبی تعلیم

ان میں سب سے اہم اور سب سے مقدم مذہبی تعلیم کا مسئلہ ہے جو ہر ایک مقصد خیر کی کامیابی کا اساس ہے۔ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر جد و جہد کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء ہند مسلمانان انڈین یونین کے ہر ایک مذہبی ادارہ اور ہر ایک تعلیمی حلقہ سے امداد کی اپیل کرتی ہے جب تک تمام مسلمان یکجہتی کے ساتھ جد و جہد میں مصروف نہ ہونگے اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جمعیۃ علماء ہند کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ تمام حلقے توڑ دیئے جائیں یا تمام ادارے نظام جمعیۃ میں لامحالہ جذب ہو جائیں۔ البتہ اس حقیقت سے کوئی صاحب بصیرت بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس فرض کی انجام دہی کے لئے تمام مذہبی حلقوں اور تمام اسلامی اداروں کی یک جہتی اور زیادہ سے زیادہ ہمنوائی ضروری ہے۔

ہم ملکی مصالح کے پیش نظر سیکولرزم (اور غیر مذہبی حکومت) کو خوش آمدید کہہ چکے ہیں۔ ملک کا ہر ایک خیر خواہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ حکومت کا موجودہ نظام تعلیم ناقص بھی ہے اور محدود اور گراں بھی۔ اس کو بہت زیادہ وسیع اور ارزاں ہونا چاہیئے تاکہ جہالت کی تاریکی وطن عزیز سے دور ہو اور ملک کا ہر ایک باشندہ "خواندہ" ہو سکے۔ دائرۂ تعلیم کے وسیع کرنے کے ساتھ سیکولر اسٹیٹ سے یہ توقع قطعاً بے محل اور غلط ہے کہ وہ تمام فرقوں کے لئے مذہبی تعلیم کا انتظام کرے گی اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب حقیقی امن و امان کی جان ہے لیکن جمہوراوران کی حکومت جو تعلیمی مصارف کی ذمہ دار ہو گی غالباً ابھی اس حقیقت کا اعتراف نہ کر سکے گی

اس صورت میں لامحالہ مذہبی تعلیم کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر برداشت کر کے ہمیں آزاد اور زندہ قوموں کی طرح حیات ملی اور ایثار کا ثبوت پیش کرنا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ یورپ کے بہت سے ممالک میں ملکی تعلیم کی طرح مذہبی تعلیم کو بھی ہمہ گیر کر دیا گیا ہے مگر مذہبی تعلیم کی ذمہ دار حکومت نہیں ہے بلکہ اس کی ذمہ داری کو وہاں کے مذہبی ادارے یعنی چرچ مشن پوری یکجہتی سے انجام دے رہے ہیں۔ امریکہ کا چرچ مشن نہ صرف یہ کہ اپنے ملک میں مذہبی تعلیم کے فریضہ کو پورا کر رہا ہے بلکہ کروروں روپیہ سالانہ دوسرے ممالک میں مذہبی تعلیم اور مذہبی اداروں پر صرف کرتا ہے۔

اسلام مذہبی تعلیم کو ہر ایک مسلمان پر فرض قرار دیتا ہے وہ جس طرح ہر مسلمان پر لازم کرتا ہے کہ تقوے اور طہارت کے ساتھ مضبوطی سے اسلام پر قائم رہے اسی طرح ہر مسلمان پر یہ بھی لازم کرتا ہے کہ اپنے اہل و عیال میں بھی یہ صلاحیت پیدا کرے کہ وہ بھی اسی طرح اسلامی اعمال و اخلاق کے خوگر ہوں اور ان کا قدم بھی صراط مستقیم پر جما رہے۔ چنانچہ جس طرح عام مسلمانوں کو ہدایت ہے۔

اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران)	اللہ تعالےٰ سے پورا پورا تقویٰ کرو۔ اور زندگی کے آخری سانس تک اسلام پر ثابت قدم رہو۔

اسی طرح ہر ایک مسلمان کو یہ بھی حکم ہے

قوا انفسکم واھلیکم ناراً (سورہ تحریم) بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے

نار جہنم سے اہل و عیال کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی عقائد و احکام سے اُن کو واقف کیا جائے۔ عبادات اور اسلامی اخلاق کا خوگر بنایا جائے اور حدیث پاک طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم اور آیت مبارکہ وقل رب زدنی علماً کا امتثال صدق و خلوص سے کیا جائے۔

ہندوستان میں خود مسلمانوں کے دورِ حکومت میں بھی عموماً مذہبی تعلیم کی ذمہ داری عام مسلمان ہی برداشت کرتے رہے ہیں باوجودیکہ تعلیم کا چرچا یہاں تک تھا کہ بقول کپتان الیگزنڈر ہملٹن۔ اورنگ زیب عالمگیر رح کے زمانہ میں "سندھ کے صرف شہر ٹھٹہ میں چار سو کالج مختلف علوم و فنون کے تھے"

بقول پروفیسر میکس مولر۔

"انگریزی عملداری سے قبل بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے اس طرح چار سو آدمیوں کی آبادی کے لئے ایک مدرسہ کا اوسط تھا"

اور ریونٹ وارڈ کے بیان ۱۸۲۱ء کے مطابق

"انڈیا ڈسٹرکٹ اسکولوں سے بھرا ہوا ہے وہاں پر اکتیس لڑکوں پر ایک اسکول ہے"

اور بموجب رپورٹ انڈین ریفارم سوسائٹی ۱۸۵۳ء

"پچھلے زمانہ میں ہر موضع میں ایک مدرسہ ہوتا تھا"

لیکن اس عمومیت کے باوجود صدہا سال کے دورِ حکومت میں دو چار مستثنیات کے علاوہ نہ حکومت کی طرف سے مذہبی تعلیم کے ہمہ گیر نظم کا پتہ چلتا ہے اور نہ جامعہ قرطبہ۔

مدرسہ نظامیہ یا ازہر کی طرح کسی مذہبی یونیورسٹی کا تذکرہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ تب یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اس دور میں بھی چند مدارس کو چھوڑ کر اکثر و بیشتر مذہبی تعلیم کی ذمہ داری مسلمان اٹھائے ہوئے تھے۔ جس طرح جگہ جگہ روحانی تربیت کے حلقے (خانقاہیں) قائم تھیں ایسے ہی مذہبی تعلیم کی درسگاہیں بھی جگہ جگہ موجود تھیں۔ بیشک حکومت کی طرف سے مشائخ اور علماء کرام کے وظائف مقرر کر دیئے جاتے تھے اور کبھی ان کے گذر اوقات کے لئے جاگیریں بھی عطا کر دیجاتی تھیں مگر ہندوستان کے طول و عرض میں ہر ایک مدرسہ یا خانقاہ کیلئے نہ جاگیر ضروری تھی اور نہ سرکاری وظیفہ لازمی تھا بلکہ تاریخ میں ایسی بھی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ کرام اور حضرات علماء کی خدمت میں جاگیریں پیش کی گئیں مگر انھوں نے پورے استغنا کے ساتھ شاہی پیشکش کو مسترد کر دیا اور عام مسلمانوں اور بالخصوص دو پیشہ غریبوں کی پیشکش پر یا خود اپنے قوت بازو سے حاصل کئے ہوئے "کفاف" پر قناعت کی اور مذہبی تعلیم کو ہمہ گیر بنا کر اپنا فرض عظیم ادا کیا۔

جمعیۃ علماء ہند نے گذشتہ اجلاس لکھنؤ میں اس فرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہر ایک مسلمان اور بالخصوص ہر ایک معاون اور جمعیۃ علماء کے ہر ایک رکن سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ معلم کی حیثیت سے تعمیر ملت کے اس فرض کو انجام دے۔

دینی تعلیم کے سلسلہ میں وہ خود اپنا وقت اہل و عیال اور پڑوسی بچوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کرے اور اگر وہ کم از کم ایک گھنٹہ یومیہ بھی ایسا نہیں کر سکتا تو ایسے شخص کی امداد کرے جو اس فرض کو انجام دے رہا ہے۔

خدا کا شکر ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی اس تجویز کو مسلمانوں کی تائید حاصل ہوئی۔ ماتحت جمعیتوں نے جگہ جگہ شبینہ مکاتب قائم کئے۔ مرکزی جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے تباہ شدہ اور پس ماندہ علاقوں میں مکاتب قائم کئے گئے۔ ترتیب نصاب کے لئے ایک تعلیمی کمیٹی بنائی گئی جس نے ابتدائی درجات کا ایسا نصاب مرتب کیا کہ اگر پانچ سال تک بچہ کو ایک گھنٹہ یومیہ تعلیم دی جائے تو بچہ تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن شریف بھی ختم کر سکتا ہے اور حسب ضرورت عقائد۔ عبادات، سیرت اخلاق اور اسلامی تہذیب سے بھی پوری واقفیت حاصل کر سکتا ہے اور اگر نصاب کی ہدایات پر

حضرات اساتذہ عمل کریں تو بچہ کی اخلاقی اور مذہبی تربیت بھی کافی حد تک ہو سکتی ہے لیکن اس جد وجہد کے باوجود کامیابی کی منزل بہت دور ہے اور اس کے لئے لامحالہ عام مسلمانوں اور اسلامی اداروں کے تعاون کی شدید ضرورت ہے۔

اس پُرآشوب دور میں اگر جمعیۃ علماء ہند کی تمام شاخوں کی جد وجہد اور دوسرے اسلامی اداروں کے تعاون سے مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کا مذاق پیدا ہو جاتا ہے اور ہر ایک مسلمان اپنے اس فرض کو پوری طرح محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ "ایک معلّم" ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ۔ بعثت معلّما ۔" میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں" کو ہر ایک مسلمان ۔ اپنی زندگی کا لائحہ عمل قرار دینے لگتا ہے تو ملت اسلامیہ ہر ایک خطرہ سے محفوظ ہو جاتی ہے

حضرات کرام ۔ ابتدائی مذہبی تعلیم کی جد وجہد کے ساتھ وہ تعلیمی مرکز اور علوم شرقیہ کے کامیاب ادارے نظر انداز نہ ہونے چاہئیں جن کی جلیل القدر علمی خدمات ہماری تاریخ کا روشن باب بن چکی ہیں۔ یہ مسلمانوں کا گراں قدر سرمایہ ہیں اور ایک مقدس امانت ہیں جس کو ہمارے بزرگوں نے ہمارے سپرد کیا ہے اس امانت کو محفوظ رکھنا اور اس سرمایہ کو ترقی دینا ہماری دینی و ملّی جمعیت کا گراں بہا فرض ہے جو ایثار و اخلاص کا مطالبہ کرتا ہے۔ مجھے اس کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ایک زندہ جماعت، ایثار میں کبھی کوتاہی نہیں کیا کرتی

یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ (سورہ حشر)

ہمارے تعلیمی پروگرام کا ایک ضروری حصہ یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنی ذمہ داری پر ایسے ابتدائی مدارس قائم کریں جن میں اردو زبان اور ابتدائی مذہبی تعلیم و تربیت کے ساتھ سرکاری پرائمری اسکولوں کے تمام ضروری مضامین بھی نصاب میں شامل کئے جائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اسٹیٹ ایسے مدارس کی حوصلہ افزائی کرے گا کیونکہ یہ مدارس رضاکارانہ طور پر خود حکومت کے ایک اہم فرض کو انجام دیں گے۔

اوقاف وقف مذہبی حیثیت سے ہمیشہ قابل احترام رہا ہے۔ وہ واقف کی باقیات صالحات میں سے ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے ضرورت مندوں کو دائمی فائدہ اور واقف کو ہمیشہ اجر و ثواب ملتا رہتا ہے لیکن دورِ حاضر میں مسلمانوں کی اقتصادی مشکلات نے وقف کو اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی بہت اہم بنا دیا ہے۔ مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں۔ قبرستانوں اور مذہبی و دینی درس گاہوں کی مالی ضرورتیں، تعلیمی وظائف، یتامیٰ و بیوگان کی نگہداشت اور اسی قسم کی اہم دینی و ملّی حوائج جن ذرائع سے پوری کی جاتی تھیں، دستِ انقلاب نے بڑی حد تک ان کو ختم کر دیا ہے۔

ملک کی عام اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی غرض سے جو اسکیمیں زیرِ غور ہیں ان کی کامیابی عوام کے لئے مفید ہو سکتی ہے لیکن اقتصادیات کا جو نظام باقی ہے اس کا سانچہ بڑی حد تک بدل جائے گا۔ یہ تبدیلی بھی مذہبی اداروں کی مالیات پر اثر انداز ہو گی۔

سیکولر اسٹیٹ کو اگر ہم سیکولرزم کے حدود پر باقی رکھنا ضروری سمجھتے ہیں تو ہم یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکتے کہ مذہبیات کا بار اس کے کاندھوں پر ڈال دیں۔ تب قدرتی طور پر یہ مرحلہ سامنے آجاتا ہے کہ ان ناگزیر بدلے ہوئے حالات و کوائف میں صرف اوقاف ہی ایسا ذخیرہ ہیں جن سے مذہبیات کی مالی ضرورتیں پوری کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا اوقاف کی ضرورت دورِ حاضر میں ہمیشہ سے زیادہ ہے اور ان کی اہمیت جس درجہ آج محسوس کی جا رہی ہے شاید اتنی کبھی نہیں کی گئی۔

اس اہم نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ ایک ایسے ملک میں جس کے عوام کا رجحان ہمیشہ ہمیشہ سے مذہبی رہا ہو سیکولر اسٹیٹ صرف اسی صورت میں کامیاب اور قابلِ قدر ہو سکتی ہے اور بین الاقوامی حیثیت میں وہ اسی وقت نیک نامی حاصل کر سکتی ہے کہ ملک کے مختلف فرقے اپنی مذہبی ضرورتیں آسانی سے پوری کرتے رہیں ان کے مذہبی ادارے محفوظ رہیں اور ترقی کے لئے آزاد ہوں۔ اس طرح سیکولر اسٹیٹ صحیح سیکولرزم کہلائیگی اور اینٹی مذہب ہونے کی

بدنامی سے محفوظ رہیگی۔ لہذا اوقاف کا تحفظ صرف مسلم نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ سیکولرزم کی کامیابی اور نیکنامی کے لحاظ سے بھی وقت کا اہم اور بہت زیادہ قابل توجہ مسئلہ ہے۔

ہمارے لیئے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ جمہوریہ ہند نے اوقاف کو وہ اہمیت دی ہو جو مسلمانوں کے پرسنل لا کو حاصل ہونی چاہیئے لیکن خطرناک صورت یہ ہے کہ صوبائی حکومتوں کے طرزِ عمل میں یکسانیت نہیں ہے، حالانکہ اوقاف کے مسئلہ میں اسلامی حکم سب ہی کے لئے یکساں ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اسلامی شعار ہونے کی حیثیت سے اوقاف کے متعلق انڈین یونین کی ہر ایک حکومت کا طرز عمل یکساں ہو۔

گذشتہ بیس سال میں جمعیۃ علماء ہند نے جو جد و جہد کی اس کا یہ اثر ضرور مرتب ہوا کہ انڈین یونین کے بہت سے صوبوں میں مسلم اوقاف کے لئے قانون وضع کر دیئے گئے۔ لیکن صوبائی حکومتوں کے مختلف طرز عمل کا یہ نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ بعض صوبوں میں وہ ایکٹ اپنے منشا اور مقصد کے لحاظ سے قطعاً ناکام ہے۔

مثلاً صوبہ یوپی میں جو ایکٹ اس وقت کار فرما ہے جب تک اس کی بنیادی خامیاں دور نہ کر دی جائیں وہ اپنے منشا کو پورا نہیں کر سکتا۔

جمعیۃ علماء ہند کے گذشتہ اجلاس میں ایک کمیٹی اس مقصد کے لئے بنائی گئی تھی کہ وہ ترمیمات مرتب کرے چنانچہ یہ کمیٹی یوپی کے مسلم وقف ایکٹ میں ترمیمات مرتب کر کے عرصہ ہوا حکومت یوپی کے ممبران کے حوالہ کر چکی ہے۔

جمعیۃ علماء صوبہ بہار اور امارت شرعیہ صوبہ بہار کی جد و جہد سے صوبہ بہار کا ایک وقف ایکٹ ۱۹۴۷ء میں منظور ہو چکا ہے اور اس کو ایک حد تک قابل اطمینان بھی کہا جا سکتا ہے لیکن صرف دو صوبوں کے وقف ایکٹ کے بہتر ہو جانے سے تمام مسلم اوقاف کی قانونی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے لازمی طور پر یہ ضرورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر ایک صوبہ میں مسلم وقف ایکٹ کے بنیادی دفعات کی نوعیت یکساں ہو۔ تاکہ ہر ایک صوبہ میں مسلمان اپنے جماعتی اور مذہبی

کاموں میں اپنے اوقاف سے یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکیں۔

ابھی کہا جا چکا ہے کہ وقف ایک خالص مذہبی مسئلہ ہے اس لئے اس کے بنیادی مقاصد کا اصل الاصول یہ ہے کہ اوقاف کی آمدنی اور اس کے مصارف خالص دینی اور اسلامی احکام وقف کے اندر محدود رہنے چاہئیں اور حکومت یا عمال حکومت میں سے کسی بھی جانب سے اس میں مداخلت نہیں ہونی چاہیئے اور اس لئے حکومت کی پوری نگرانی رہتے ہوئے مسلم اوقاف کا نظم و انتظام ایسے بورڈ کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے جس کے ارکان مسلمان ہوں کیونکہ وہی اسلامی احکام کو صحیح طور پر جان سکتے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی وقف کمیٹی نے اسی مقصد کے پیش نظر ایک مسودہ مرتب کیا ہے۔ اگر صوبائی حکومتیں بنیادی طور پر اس مسودہ کو منظور کرلیں تو مسلمانوں کی یہ سب سے بڑی ضرورت انجام پا سکتی ہے لیکن اس کے لئے عام مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے اور اس بنا پر کہ کوئی اقلیت، برادران وطن اور حکومت کے تعاون کے بغیر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ جمعیۃ علماء ہند کو پوری توقع ہے کہ صوبائی حکومتیں اور صوبہ کی اکثریت مسلمانوں کی اس اہم ضرورت کو محسوس کریں گی تاکہ مسلمان اپنے اوقاف کی طرف سے بھی مطمئن ہوں اور جن مالی مشکلات میں مسلمانوں کے ادارے مبتلا ہیں ان کے حل ہونے کی توقع بھی قائم ہو۔

جمعیۃ علماء ہند نے مولوی سید محمد احمد صاحب کاظمی ممبر پارلیمنٹ کے ذریعہ یہ مسودہ ہند پارلیمنٹ میں پیش کیا ہے۔ اگر یہ بل پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر کے ایکٹ بن جاتا ہے تو پھر زیادہ آسان ہوگا کہ ہر ایک صوبہ کی حکومت مرکزی قانون کی روشنی میں اپنے اسٹیٹ کے لئے قانون بنائے اور اس طرح تمام ملک کے قانون وقف میں یکسانیت پیدا ہو جائے

تاریخ ہند اور نصاب تعلیم

آج ہمارا ملک تاریخ کے ایسے دوراہے پر ہے جہاں سے امن و امان، خوشحالی اور ترقی کا راستہ شروع ہوتا ہے اور اگر ہمارا قدم صراط مستقیم سے لغزش کھا جائے تو ہم ملک کو تباہی و بربادی، خلفشار اور فتنہ و فساد

کی تاریک خندق میں بھی ڈال سکتے ہیں۔

ہم اگر پیچھے کو دیکھتے ہوئے آگے قدم بڑھانا چاہیں گے تو یقیناً ٹھوکر کھائیں گے کیونکہ ہمارا ماضی غلامی کی تاریکیوں سے گھرا ہوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ دوربین چشمہ استعمال کر کے اُن نتائج کو دیکھیں جو مستقبل میں پیش آنے والے ہیں۔

ملک کی تعمیر یا تخریب کے اصل کشت زار اسکول اور درس گاہیں ہیں جہاں دماغوں کی سرزمین میں اچھے یا بُرے بیج بوئے جاتے ہیں جو کچھ ماضی میں بویا گیا تھا اس کو آج کاٹا جا رہا ہے اور جو بیج آج ڈالا جائے گا اس کا پھل مستقبل میں ملے گا

اگر اس نقطۂ نظر سے ہم کالجوں اور اسکولوں کے نصاب کا جائزہ لیں تو ہمیں افسوس کرنا پڑے گا کہ ہم نے اب تک بہتر مستقبل کے لئے کوئی تخم ریزی نہیں کی بلکہ ہم خاردار درختوں کے وہی تخم دماغوں میں چھڑک رہے ہیں جو ہمیں انگریز نے دیئے تھے۔ انگریز اسکولوں و کالجوں کو ترقی ملک کا کشت زار نہیں بنانا چاہتا تھا، سالہا سال تک غور کرنے کے بعد جب انگریز نے ۱۸۳۵ء میں یہ طے کیا تھا کہ ہندوستانیوں کو جاہل رکھنے کے بجائے کچھ تعلیم دی جائے تو بقول لارڈ میکالے اس کا مقصد یہ قرار دیا گیا تھا کہ۔

> "ایک ایسی جماعت تیار کیجائے جو انگریز اور اس کی کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو نسل اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر دل اور دماغ کے اعتبار سے انگریز ہو" ——— (تاریخ التعلیم از میجر باسو)

بہرحال انگریز کا یہ مقصد نہیں تھا کہ ہندوستانی نوجوان ان اسکولوں اور کالجوں سے کوئی ذہنی یا دماغی ترقی حاصل کر سکیں بلکہ صرف وفادار مترجموں کی ایک جماعت تیار کرنی مقصود تھی جو سراسر انگریز کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہو۔ اور وفاداری بھی اس حد تک کہ بقول ڈبلو ڈبلو ہنٹر

"ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھا ہوا کوئی ہندو یا مسلمان

نوجوان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے عقائد کو
غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو" (ہندوستانی مسلمان)

یعنی انگریزکی ایسی وفاداری کہ اپنے ابا و اجداد کے عقیدوں سے نفرت پیدا کر دے اور جب انگریز کی مسلمہ پالیسی یہ تھی کہ "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" تو ظاہر ہے کہ سیاسی میدان میں اس وفاداری کا نتیجہ کیا ہوگا۔

چنانچہ وہ تاریخ جو سر ہنری ایلیٹ یا مسٹر کیس ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کے دماغوں کا اختراع تھا۔ جس میں گذشتہ واقعات نقل نہیں کئے گئے تھے بلکہ مخصوص مقصد کے لئے کچھ واقعات گھڑے گئے تھے۔ ۱۸۴۹ء سے جسکو ایک سو سال سے زائد ہو گیا ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں رائج ہے جس کے نتائج کا خود ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہم اپنی تاریخی رواداری۔ محبت اور پریم کو ختم کر کے ایک دوسرے سے نفرت۔ عداوت اور حقارت کے جذبات سے ذہنوں کو مسموم اور دماغوں کو مشتعل کر چکے ہیں۔

پس آج آزاد ہند کے ذمہ داران تعلیم کا فرض اولین ہے کہ وہ اس گندگی کو ختم کریں اور دماغوں کی تربیت کیلئے اعلیٰ اخلاق اور تاریخ کے صحیح واقعات بچوں کے سامنے پیش کریں۔

لیکن سخت رنج اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بیسک تعلیم کی جو کتابیں کورس میں داخل کی گئی ہیں ان میں سے اکثر کا معیار دورِ غلامی کے معیار سے بھی پست ہے "تاریخ کے نام سے جو واقعات پیش کئے گئے ہیں اُن کو تاریخ کہنا فن تاریخ کا مذاق اور اس کی توہین ہے۔

ہم یہ اپیل ہرگز نہیں کرتے کہ آپ کسی فرقہ کے ساتھ محبت اور رواداری پیدا کرنے کے لئے کچھ افسانے وضع کریں البتہ یہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا کہ نفرت انگیز افسانوں کو آپ تاریخ کا درجہ دیکر انگریزی دور کی پیدا کی ہوئی وحشت اور بربریت کی رسی دراز کریں اور وسعت نظر وسعت اخلاق کے بجائے بچوں کے دماغوں کو نفرت و عداوت کے بھدے سانچوں میں ڈھالیں۔ ہونا یہ چاہیئے کہ تاریخ کے واقعات پوری تحقیق و تنقید کے بعد مرتب کئے جائیں

اور ایسے مضامین جن کا تعلق مختلف فرقوں کے جذبات و احساسات اور اُن کی روایات سے ہے وہ پوری احتیاط کے ساتھ صحت و صداقت کی ترازو میں تول کر واقف اور تجربہ کار اہل قلم سے مرتب کرائے جائیں اس طرح آپ نونہالان ملک کی ایسی ذہنی اور دماغی تربیت کر سکیں گے جو آپ کے وطن عزیز کو امن و امان اور محبت و رواداری کا گلشن بنا سکے۔ اور آپ کا ملک پھر تہذیب۔ اعلی اخلاق۔ پریم و محبت اور آپس کی رواداری کی اُس شاندار تاریخ کو دہرا سکے جو اگرچہ اس وقت افسانہ معلوم ہوتی ہے مگر مستند مورخین اس کو حقیقت قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ کپتان الیگزنڈر ہملٹن نے اپنے سفرنامہ میں عینی شہادت پیش کی ہے۔

"ریاست کا مسلّمہ مذہب اسلام ہے لیکن اگر تعداد میں دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے، ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے برت رکھتے ہیں۔ اور اپنے تیوہاروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانہ میں جبکہ ان کی اپنی حکومت تھی منایا کرتے تھے۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں لیکن ان کی بیواؤں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ مرنے والے شوہروں کے ساتھ ستی ہوں۔ پارسی بھی ہیں اور وہ اپنی رسوم۔ مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں، عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ وہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔

شہر سورت کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں لیکن ان میں کسی قسم کے جھگڑے ان کے اعتقادات اور طریقہ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے، ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے اپنے معبود کی پرستش کرے صرف اختلاف

مذہب کی بنا پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہونچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے "۔ (سفر نامہ کپتان الیگزنڈر ہملٹن)

سر تھامس منرو لکھتا ہے ۔

" ہندوستانیوں کا طریقہ کاشت کاری بے مثل ہے ان کو صنعت اور دستکاری کے معاملہ میں اعلیٰ استعداد حاصل ہے ہر ایک قریہ میں ایسے مدارس موجود ہیں جن میں نوشت وخواند اور حساب کی تعلیم ہوتی ہے، ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا مبارک جذبہ موجود ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ صنف نازک پر پورا اعتماد کیا جاتا ہے اس کی عزت وعظمت اور عفت کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ اگر ہندوستان اور انگلستان کے درمیان تہذیب تمدن کی تجارت کیجائے تو مجھے یقین کامل ہے کہ ہندوستان سے تمدن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہونچے گا "۔

اگر ہم اسکولوں کے کورس کی اصلاح کردیں تو بہت جلد یہ تاریخ دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم مصنفین کی خوشامد ۔ چاپلوسی یا اُن سے شخصی اور ذاتی مراسم کو معیار قرار دیکر بلا تحقیق وتنقید کورس کی کتابیں مقرر کرتے رہے تو ملک کا مستقبل بھی اپنے ہاتھوں برباد کریں گے اور نونہالان ملک کے واسطے بھی تباہی ۔ بربادی ۔ وحشت وبربریت کا نذر کرچھوڑیں گے ۔

زبان کا مسئلہ

ہمارے ملک کی پارلیمنٹ نے ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان قرار دیا ہے ۔ بہت سے اداروں کی کوشش یہ ہے کہ ہندی ادب کو مختلف علوم وفنون کا حامل بنایا جائے اور ہندی زبان کو ایسی ترقی یافتہ زبان بنا دیا جائے کہ پندرہ سال کے اندر وہ انگریزی کی جگہ لے سکے ۔

مسلمان جو کم و بیش سو برس تک غیر ملکی زبان یعنی انگریزی کو فروغ دینے میں سرگرم عمل رہے ہیں کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہندی سے نفرت کریں یا اس کو علمی زبان بنانے کی کوششوں میں حصہ نہ لیں انگریزی بہت سے سمندروں کو پار کر کے ہندوستان پہونچی تھی لیکن ہندی زبان کسی دوسرے ملک سے نہیں آئی وہ خود ان کے ملک میں پیدا ہوئی اور بہت سے علاقوں میں خود مسلمانوں نے اس کی تخلیق میں حصہ لیا۔

لیکن اس جدوجہد کے ساتھ اس حیثیت اور اس اہمیت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے جو ہند یونین میں اردو کو حاصل ہے۔ انصاف اور جمہوری ملک کی جمہوریت کا تقاضا ہے کہ جو تہذیب و ثقافت یا جو کلچر بھی اس کے حدود مملکت میں نشو و نما پا چکا ہے اس کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا مساوی طور پر موقع دیا جائے۔

اور اگر کوئی زبان یا کوئی تہذیب اپنی فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے جمہوریت کے مزاج سے خاص مناسبت رکھتی ہو تو اس کی ترقی اور حوصلہ افزائی لامحالہ خود جمہوریت کی تائید و تقویت ہوگی

اُردُو زبان کی فطرت جمہوری واقع ہوئی ہے جس طرح انڈین یونین مختلف تہذیبوں اور مختلف فرقوں کے سنبل و ریحان کا گلشن ہے ٹھیک اسی طرح اُردُو یا ہندوستانی زبان' گلہائے رنگ برنگ کا خوبصورت گلدستہ ہے۔

اُردُو کو کسی خاص فرقہ یا مذہب کی زبان قرار دینا نہ صرف یہ کہ اُردُو اور اس کی تاریخ پر بہت بڑا ظلم ہے' بلکہ تاریخی حقیقت اور خود اپنے مشاہدات پر ظلم و ستم کا تاریک نقاب ڈالدینا ہے۔

اُردُو شاہی محلات یا مسلمانوں کے گھرانوں میں پیدا نہیں ہوئی' بلکہ بازاروں' مشترک مجلسوں' مشترک تفریح گاہوں میں اس نے جنم لیا اور ہندو مسلمانوں کے گھروں میں ملک کی مشترک دولت بنکر داخل ہوئی۔ اس کے جنم داتا۔ صرف حضرت سلطان الاولیا سلطان نظام الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نہیں ہیں بلکہ جس طرح حضرت موصوف نے اس زبان

کی تخم پاشی کی۔ اسی طرح ہر دیو۔ سنبل دیو۔ چیتل دیو اور سنبل دیو وغیرہ نے اس کی تخم ریزی میں حصہ لیا۔

آج بھی ہندیونین کے گھروں، بازاروں، تفریح گاہوں اور عام مجالس میں اسی زبان کا سکہ رائج ہے۔ یہی زبان انڈین یونین کے شمال وجنوب میں رابطۂ اتحاد ہے۔ اور یہی زبان مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال میں اتصال پیدا کر رہی ہے۔

آج اگر آپ ہندوستان سے باہر جائیں تو جس طرح آپ کے فرقہ وارانہ خدوخال کو مٹا کر صرف ایک انڈین۔ یا ہندی۔ کا لفظ آپ کے تعارف کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، ایسے ہی اُردُو زبان آپ سب کی مشترک زبان مانی جاتی ہے اور غیر ملکی شخص اسی اردو کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ بول کر آپ سے انسیت کا اظہار کرتا ہے۔

اُردُو کی اسی جمہوری فطرت کا یہ اثر ہے کہ باوجودیکہ آج تک کوئی ترقی پذیر سیاسی اور سرکاری اقتدار اس کو نصیب نہیں ہوا۔ لیکن امریکہ کی قومی جغرافیائی سوسائٹی" کی تحقیق کے بموجب انگریزی کے بعد صرف اردو ہی کو یہ مقبولیت حاصل ہے کہ اس کے بولنے والے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آج دنیا کے بین الاقوامی ادب میں اگر ہندوستان کی بہت سی زبانوں میں سے کسی نے نمایاں حیثیت حاصل کی ہے تو وہ صرف اُردُو اور بنگالی ہے، ان دو زبانوں کی ادبی اور علمی تصانیف کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے

بہر حال اس زبان کی عام مقبولیت، تاریخی محبوبیت اور ہندو مسلم میل جول کی چلتی پھرتی دلکش تصویر ہونے کی بنا پر ضروری تو یہ تھا کہ مہاتما گاندھی کی تمنا پوری ہوتی اور" ہندوستانی کو ملک کی سرکاری زبان قرار دیا جاتا۔

دستور ساز اسمبلی نے اگرچہ اُردُو کو یہ حیثیت نہیں دی ہے تاہم مقام اطمینان ہے کہ جمہوریہ ہند کے دستور اساسی نے اس کو ملک کی ایک ایسی مادری زبان قرار دیا ہے جو صوبہ جات میں

بولی جاتی ہے اور ثانوی حیثیت میں سرکاری زبان بن سکتی ہے۔

لیکن ہم چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ مختلف صوبہ جات کے محکمہائے تعلیم۔ اور سررشتۂ تعلیم کے بہت سے افسر اور اسی طرح مختلف محکموں کے کارپرداز مسلسل کوشش کر رہے ہیں کہ اردو کی اہمیت کو ختم کیا جائے اور اس کو کسی صوبہ میں بھی علاقائی زبان نہ رہنے دیا جائے یہ تعصب کی افسوسناک کوتاہ بینی اور تنگ نظری ہے کہ وہ اردو کو ہندی کا حریف سمجھ کر کوشش کر رہے ہیں کہ اردو کو ملک سے ناپید کر دیا جائے۔

اسکولوں۔ دفتروں۔ سڑکوں اور ریلوے کے بورڈوں سے اردو کو مٹانے کے بعد بھی جب اطمینان نصیب نہیں ہوا تو کوشش یہ کی گئی کہ اردو بولنے والوں کے اعداد و شمار کو زبردستی کم کیا جائے یعنی ایک عمل کر گذرنے کے بعد کوشش کی گئی کہ اس کی دلیل گھڑلی جائے اس طرح نہ صرف یہ کہ ایک حقیقت پر جو آفتاب عالم تاب کی طرح تاباں اور درخشاں ہے پردہ ڈالنے کی مضحکہ انگیز کوشش کی جا رہی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آزاد جمہوریہ ہند کے موزوں ترین دستور کی تردید کی جا رہی ہے اور اس کی بقا اور ترقی کے راستے بھی زبردستی بند کئے جا رہے ہیں۔

مرکزی حکومت کے نقطۂ نظر کے خلاف۔ بظاہر اردو کو خالص مسلمانوں کی زبان سمجھ کر اس "معصوم" اور "بے خطا" کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے لیکن اگر تعصب کی عینک لگا کر زبان کے مسئلہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو نہ مسئلہ کی اصل حقیقت سامنے آسکتی ہے اور نہ وطن کی کوئی خدمت انجام پا سکتی ہے۔

محبان وطن کا فرض ہے کہ زبان کے مسئلہ پر صرف لسانی نقطۂ نظر سے غور کریں اور اسی حیثیت کو سامنے رکھ کر مختلف جذبات کا احترام کرتے ہوئے پیچیدگیوں کا حل تلاش کریں سوال یہ ہے کہ کیا اس طرز عمل سے جو زبان کے بارے میں اختیار کیا جا رہا ہے کام کو مختصر کیا جا رہا ہے یا نئی زبان اور غیر مانوس الفاظ کا بار ڈال کر کام کو مشکل بنایا جا رہا ہے۔

اور بالخصوص بچوں کی تعلیم کو (جو زیادہ سے زیادہ سہل اور عام فہم انداز میں ہونی چاہیئے) مشکل اور پیچیدہ بنایا جا رہا ہے۔

اس بحرانی کیفیت کے باوجود ہمیں مسرت ہے کہ تاریکیوں میں بھی کچھ روشن ستارے نظر آرہے ہیں اور اکثریت ہی کے افراد میں سے ایک کافی تعداد صاف دماغ انصاف پسند دوستوں کی موجود ہے جنہوں نے اس بحرانی دور میں بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی مسلسل کوشش یہ ہے کہ یہ تاریکی ختم ہو۔ اور حقیقت اپنی تابانیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی جد و جہد کامیاب ہوگی۔ کیونکہ زیادہ عرصہ تک حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ بالآخر انصاف اور صداقت ہی کو کامیابی نصیب ہوا کرتی ہے۔

مخالفین اردو کے رویہ پر تنقید کرتے ہوئے ہمیں یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ صرف تنقید یا واویلا سے اردو محفوظ نہیں رہ سکتی۔

اگر آپ فی الواقع اردو کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ کو ایثار کرنا پڑے گا۔ صرف گفتگو کرنے سے زبان زندہ نہیں رہ سکتی۔ زبان کی اصل زندگی، اس کا لٹریچر ہے۔ اخبارات و رسائل۔ دار المطالعے۔ لائبریریاں اور تصنیف و تالیف کے وہ ادارے جو اردو زبان کو زیادہ سے زیادہ علمی جواہر سے مرصع کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہیں، زبان کا اصل سرمایہ ہیں۔ ان کو ترقی دینا۔ ان کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے اگر ہم اردو زبان کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس فریضہ کی انجام دہی میں پورے ایثار سے کام لینا ہوگا۔

کسٹوڈین

اقتدار اعلیٰ۔ اور کارکنان محکمہ یا دوسرے الفاظ میں "منشاء قانون" اور قانون پر عملدرآمد میں جو تضاد کسٹوڈین کے محکمہ میں دیکھا جا رہا ہے۔ شاید دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہے گی۔

قانون کا منشا واضح ہے۔ یعنی حکومت ان لوگوں کی جائدادوں کو اپنے قبضہ اور نگرانی میں

رکھنا چاہتی ہے۔ جو پاکستان جاچکے ہیں اور ایسے لوگوں کی جائداد پر پابندی لگانا چاہتی ہے جو پاکستان جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں تاکہ تارکین وطن کے نقصانات کے سلسلہ میں جو صورت کشی ہند اور پاکستان میں ہو رہی ہے اس میں توازن قائم ہوسکے۔ اقتدار اعلیٰ کا منشا اسی حد تک محدود رہے اور جب تک ہند یونین اور پاکستان میں تخلیہ شدہ جائدادوں کا تصفیہ نہیں ہو جاتا اقتدار اعلیٰ کے منشا کی مخالفت بھی نہیں کی جاسکتی

اقتدار اعلیٰ یا قانون یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ مسلمان جو ہند یونین میں رہ رہے ہیں اور ہند یونین کو اپنا "وطن عزیز" سمجھ کر یہ طے کئے ہوئے ہیں کہ اپنے اس آبائی وطن میں ہی اپنی زندگی ختم کریں گے۔ ان کی جائدادیں ضبط کی جائیں یا ان کو پریشان کیا جائے۔

لیکن افسوس محکمہ کا عمل اس کے برعکس ہے۔ محکمہ غالباً یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ استحصال بالجبر اور مہذب لوٹ کے لئے اس کو قانونی قوت عطا کر دی گئی ہے۔ چنانچہ عموماً ان لوگوں کو پریشان کیا جاتا ہے جن کے دماغ ترک وطن کے تصور سے بھی نا آشنا ہیں، ان کو کچہریوں میں طلب کیا جاتا ہے اور حرماں نصیبی کی دماغی کوفت کے ساتھ دفاتر کسٹوڈین کے طواف پر ان کو مجبور کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسٹوڈین کے یہاں کا ایک مقدمہ نہ صرف کسی ایک جائداد کے لئے خطرہ بنتا ہے بلکہ اس شخص کے تمام ہی اقتصادی مفادات خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایسے نیک نفس بزرگوں کو کچہریوں کے طواف پر مجبور کیا گیا جو اس جھگڑالو دنیا سے ہمیشہ متنفر رہتے تھے۔

جمعیۃ علماء ہند اس آرڈیننس کے یوم آغاز سے کوشش کرتی رہی ہے کہ عمل کے وقت یہ آرڈیننس اپنی حدود سے آگے نہ بڑھنے پائے اور وہ لوگ اس کے اثر سے محفوظ رہیں جن کو آرڈیننس کے منشا اور مقصد کے لحاظ سے محفوظ رہنا چاہیے۔ جمعیۃ علماء نے عملی تضاد کے برخلاف بار بار احتجاج کیا اور ضروری نوٹ مرتب کرا کر ارباب حل و عقد کو ان تباہ کاریوں کی طرف توجہ دلائی جو اس محکمہ کی لا اعتدالی کے باعث پیش آرہی تھیں۔

اگرچہ خاطر خواہ کامیابی اب تک نہیں ہو سکی مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمعیۃ علماء کی جدوجہد بے سود نہیں رہی اور جو ترمیمات اور تبدیلیاں اس آرڈی ننس اور پھر اس قانون میں یکے بعد دیگرے پیش آچکی ہیں۔ وہ کسٹوڈین کی مطلق العنانی پر پابندیاں عائد کرتی رہی ہیں اور اس کے مضر اثرات کو نسبتاً کم کرتی رہی ہیں جمعیۃ علماء کی جدوجہد جاری ہے۔ اور ہمیں مسرت ہے کہ مرکزی حکومت کے ہائی کمانڈ کو بھی ہمدردانہ دلچسپی ہے توقع ہے کہ حالات میں اعتدال پیدا ہوگا اور قومی حکومت اس سلسلہ میں ناانصافیوں کی راہیں جلد ہی مسدود کر دیگی۔

مسلمانانِ حیدرآباد سے خطاب

عزیزانِ ملت! تقریباً ۲۹ سال پہلے کو کنا ڈا جانے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آپ کے یہاں حاضری کا موقع ملا تھا اگر اس کو مستثنےٰ کر دیا جائے تو میرا یہ عرض کرنا صحیح ہوگا کہ آپ کے یہاں میری حاضری پہلی مرتبہ ہوئی ہے لیکن اس غیبوبیت کے باوجود ایک خاص تعلق آپ حضرات سے ہمیشہ رہا ہے۔

پولس ایکشن کے زمانہ میں مختلف ذرائع سے حالات کا علم ہونے پر مصائب اور مشکلات کو دفع کرنے کے لئے جو جدوجہد مرکز میں کی گئی۔ پھر جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ جو وفود یہاں آتے رہے اور اس المناک دور کے بعد سے اب تک جو تعلق مرکزی جمعیۃ علماء ہند کا آپ حضرات کے ساتھ رہا ہے اور مقامی جمعیۃ علماء نے جو خدمات یہاں انجام دی ہیں ان سب کی بنیاد پر میرا یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مجھے اور میرے رفقاء کو ان مشکلات کا پورا اندازہ ہے جو آپ حضرات کو درپیش ہیں۔

میں یہ بھی یقین دلانا چاہتا کہ جمعیۃ علماء ہند آخری حد امکان تک امداد و اعانت کو اپنا فرض سمجھتی رہی ہے اور آئندہ بھی ادائے فرض میں کوتاہی نہیں کرے گی۔ رفقاء جمعیۃ علماء ہند کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں اور مصائب و مشکلات کے دفع کرنے میں جو کچھ ان سے ہو سکے وہ اسکو ابدی سعادت تصور کرتے ہیں۔

برادرانِ ملت! جو کچھ گذشتہ سالوں میں ہو چکا وہ گردش زمانہ کا ایک سیلاب تھا

جس سے ملک کا کوئی حصہ بھی نہ بچ سکا۔ تاہم گذشتہ حالات کو بہتر بنانے کے لئے ایک اطمینان کی صورت یہ ضرور ہے کہ ہندیونین کے جس وسیع حلقہ میں آپ شامل ہوئے ہیں اس کا دستور اساسی - انصاف اور مساوات کی بنیادوں پر بنایا گیا ہے - وہ فرقہ واریت کے تنگ دائرہ سے بہت بلند ہو کر ہر ایک ہندوستانی کو ساوی حقوق دیتا ہے لیکن یہ بات بھی نظرانداز نہ ہونی چاہیئے کہ فی الحال اس دستور اساسی کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایسے جنگل میں جس کا چپہ چپہ خارزار جھاڑیوں سے پٹا ہوا تھا سرسبز و شاداب چمن لگانے کا ارادہ کیا گیا ہے لامحالہ محبان وطن کو اس صحرا پُرخار کے صاف اور ہموار کرنے میں بہت کچھ دشواریاں پیش آئیں گی مگر ہمیں توقع ہے کہ مشکلات حل ہونگی اور وطن عزیز ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے لئے سرسبز و شاداب چمن ثابت ہو کر رہے گا البتہ خود ہمارا بھی فرض ہے کہ وقت کے تقاضوں کو پہچانیں اور جدوجہد کے وہی راستے اختیار کریں جو تقاضاء وقت کے مناسب ہوں -

آپ کے اس یقین میں کوئی تذبذب نہ آنا چاہیئے کہ وطن آپ کا ہے اور آپ وطن کے ہیں اس کو گلشن بنانے کا فرض آپ پر بھی ایسا ہی عائد ہوتا ہے جیسا دوسروں پر اور جس طرح وطن عزیز کو گلشن بنانا آپ کا فرض ہے - اسی طرح آپ کا یہ واجبی حق بھی ہے کہ وطن آپ کے لئے بھی اسی طرح گلشن ثابت ہو جس طرح دوسروں کے لئے ہے - فطری طور پر آپ کے حقوق بھی ہیں اور یہ بھی آپکا قدرتی حق ہے کہ جرأت اور صفائی کے ساتھ اُن کو حاصل کیا جائے کیونکہ فرض اور حق دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے -

اس تمام صورت حال کے باوجود ہمیں خداء لایزال کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے ہمیں "کتاب ہدی" سے نوازا ہے یہ برہان ساطع - یہ نور کامل "یہ تبیاناً لکل شی" ہمارے ہاتھ میں ہے، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے - اُس نے ہر ایک حالت اور ہر ایک ماحول کیلئے طریق عمل معین فرما دیا ہے اور مختلف حالات جو لیل و نہار کی گردش کی طرح بلتے رہتے ہیں اور وہ اسباب و ذرائع جو ان گردشوں کی تخلیق کیا کرتے ہیں ان تمام کو اس صحیفہ ہدایت "میں وضاحت سے بیان فرما دیا گیا ہے - اس مکمل روشنی کی موجودگی میں ہمارے معاملات آسانی سے حل ہو سکتے ہیں -

تقاضاء انصاف ہے کہ ہم اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہ کریں کہ مرکزی حکومت فرقہ وارانہ معاملات

کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے مگر ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حکومت کے بہت سے کارندے حکومت کی پالیسی اور طریق کار کو اپنائے ہوئے نہیں ہیں اور وہ اپنی اغراض کے تحت مشکلات پیدا کرتے رہتے ہیں ان کا یہ طریق فرقہ وارانہ مسائل ہی میں نہیں بلکہ ملک کے ان مسائل میں بھی ان کا یہی طرز عمل ہے جو ملک کے عام مفاد سے تعلق رکھتے ہیں جن کا فرقہ واریت سے دور کا بھی واسطہ نہیں

ان حقائق کے پیش نظر ضروری ہے کہ ہم جو کچھ کریں یہ سمجھ کر کریں کہ یہ ہمارا ملک ہے اور یہاں کی حکومت ہماری قومی حکومت ہے بس اس رُخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ہمت، جرأت اور حق پژدہی کے ساتھ اپنی جد و جہد پر قائم رہیں۔ خدا کی مدد ہمیشہ حق کے ساتھ ہے۔

جہانتک جمعیۃ علماء کا تعلق ہے، اس کا معاملہ بالکل صاف ہے وہ جس طرح کل پولیس ایکشن یا تقسیم ہند سے پہلے فرقہ پرستی کی دشمن رہی اور مردانہ وار اس کا مقابلہ کرتی رہی۔ اسی طرح پولیس ایکشن اور تقسیم ہند کے بعد بھی اسی دم خم کے ساتھ فرقہ پرستی کی مصیبت کا مقابلہ کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اسکے اس جہاد حق کو نہ مسلم فرقہ پرستی روک سکی۔ نہ ہندو فرقہ پرستی روک سکتی ہے۔

علماء حق کے سامنے صرف حق پسندی اور حق آگاہی ہے یہی ان کا شعار ہے اور اسی پر ان کی زندگی اور جد و جہد کا مدار ہے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

خاتمہ کلام

حاضرین کرام! میں نے آپکا کافی وقت لے لیا۔ میں چند جملوں کی اور اجازت چاہتا ہوں میں آپ حضرات کی توجہات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر ایک مرتبہ عرض کرتا ہوں کہ یاس و قنوط مسلمان کیلئے حرام ہے۔ انسان کی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اس کا ہر ایک عمل۔ کشت زار دنیا میں ایک تخم ہے اور استقلال و استقامت۔ اس تخم کی آبیاری کیا کرتے ہیں۔ بس میرے اس تمام معروضہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آج ہمارے سامنے دو عظیم الشان مقصد ہیں۔ (۱) دین و ملت کی حفاظت و ترقی (۲) وطن عزیز کی خدمت اور اس کی حفاظت و ترقی۔ پہلا مقصد صرف اہل ملت سے متعلق ہے اس کے تمام فرائض آپکو انجام دینے ہیں اس کے لئے آپ کے اتحاد اور یک جہتی کی ضرورت ہے۔

جمیتہ علمار ہند اس مقصد عظیم کے لئے اپنی خدمات اور اپنا پلیٹ فارم تمام مسلمانوں کے سامنے پیش کررہی ہے۔ مسلمان سیاسی نظریوں کے اختلاف کے باوجود اس پلیٹ فارم پر جمع ہو سکتے ہیں او مذہبی اور تہذیبی معاملات میں یکجہتی سے کام کرسکتے ہیں۔ البتہ دوسرے مقصد یعنی وطن عزیز کی حفاظت اور ترقی کے لئے آپ کو اہل وطن کے اشتراک کے ساتھ جد وجہد کرنی ہوگی۔ میں آپ کو کسی خاص جماعت میں شرکت کا حکم نہیں دے سکتا البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ آپ ذاتی مفادات اور ذاتی اغراض سے بالا ہو کر ملک و اہل ملک کی ترقی کے مقصد کو سامنے رکھیں او اس یقین کے ساتھ کہ ہمارے ملک میں اب پارلیمنٹری سیاست کیلئے جداگانہ پلیٹ فارم ملک کے لئے بھی اور خود ہمارے لئے بھی حد درجہ مضر ہے جس مشترک سیاسی جماعت کو آپ اپنے تجربہ اور اپنے خیال کے مطابق اس مقصد سے قریب تر پائیں اس میں شامل ہو جائیں۔ خدمت ملک آپکا نصب العین ہو، بلندی حوصلہ اور اولوالعزمانہ جد وجہد آپکا سرمایہ ہو، وسعت نظر اور عزم راسخ آپکا طریق کار ہو۔ یہ اصول انشاء اللہ العزیز کامیابی کے ضامن ہونگے اور قلیل التعداد ہونے کے باوجود آپکی عزت وعظمت کی سطح کو بلند کریں گے۔

برادران محترم ۔ زندگی سعی پیہم کا نام ہے آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو میدان عمل میں اتریئے اور جد وجہد میں پوری ہمت صرف کر دیجئے۔ پستی ہمت اور بزدلی۔ بدترین مرض ہیں۔ مسلمان سب کچھ ہو سکتا ہے مگر پست ہمت اور بزدل نہیں ہو سکتا۔ ایمان باللہ اور بزدلی ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے مشکلات سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنا زندہ قوموں کے نزدیک سب سے بڑا جرم اور ناموس ملت کیلئے سب سے بڑی ننگ و عار ہے۔ قرآن حکیم نے حکیمانہ انداز میں اس باعث ننگ، بدترین جرم کی مذمت کرتے ہوئے اس کے تمام دلائل کی تردید فرمادی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا (سورۂ احزاب)

یہ آیہ کریمہ اس حقیقت کو واضح کررہی ہے کہ اگر موت یا قتل مقدر ہے تو فرار اور گریز سے مقدر میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی البتہ اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا تو زندگی بہر حال باقی رہے گی فرار ہو یا نہ ہو لیکن یہ زندگی چند روزہ ہے اس چند روزہ اور فانی مقصد کے لئے یہ شرمناک جرم کسی طرح بھی قرین عقل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اسی سلسلہ میں ارشاد ہے۔

قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوءًا او اراد بکم رحمۃ ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیًا ولا نصیرًا (سورہ احزاب)

(یعنی) آپ فرمادیجئے کہ اگر مشیت الٰہی یہ ہے کہ آپ کو کوئی برائی یا کوئی نقصان اور تباہی پہونچے تو تم کو اللہ سے کون بچا سکتا ہے۔ اور اگر ارادہ الٰہی یہ ہے کہ تم پر رحمت ہو تو اس میں کون تبدیلی کرسکتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ولی اور مددگار ہو۔

بہر حال ہمارا مذہبی، ملی اور اخلاقی فرض ہے کہ ہم خدا واحد ہی کو تمام مشکلات کا حل کرنے والا۔ اور اسی کو کارساز حقیقی سمجھ کر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس پر اعتماد اور بھروسہ کریں اور اس نصب العین کے لئے پورے استقلال اور استقامت کے ساتھ سرگرم جد و جہد ہوجائیں۔ اگر ہم نے یہ راہ عمل اختیار کیا تو نہ صرف دنیاوی کامیابیاں ہمارے قدم چومینگی بلکہ عالم بالا کی روحانی بشارتیں ہمارے تمام دماغی انتشار کو دور کرکے دنیا میں بھی ہمیں اطمینان و سکون کی زندگی کا موقع دیں گی اور آخرت میں بھی ہماری حیات پر سکون اور پر سرور ہوگی (ان شاء اللہ العزیز)

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلًا من غفور رحیم (سورہ حمٓ سجدہ)

یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب۔ اللہ ہے پھر اس پر مضبوطی سے قائم ہوگئے (یعنی تمام مشکلات ومصائب کے وقت ان کا یہی عقیدہ کارفرما رہا اور انھوں نے حل مشکلات اور دفع مصائب کے لئے خدا ہی کی طرف رجوع کیا تو عالم بالا کی توجہات ان کی طرف منعطف ہوتی ہیں جو ان کو اطمینان دلاتی ہیں کہ خوف و حزن کو دور کرو اور جنت کی بشارت حاصل کرو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ہم تمہارے رفیق ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور تم کو آخرت میں وہ تمام نعمتیں میسر ہوں گی جن کی

نہیں خواہش ہوگی اور نہیں وہاں وہ تمام چیزیں ملیں گی جو تم طلب کروگے ۔ یہ غفور رحیم کی جانب سے بطور مہمانی کے ہوگا ۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورہ آل عمران کے آخر میں فرمایا ہے ۔

یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔

آیہ کریمہ ہدایت کر رہی ہے کہ آپ خود بھی ضبط و تحمل ثبات و استقلال سے کام لیں دوسروں میں بھی ضبط و تحمل پیدا کریں، تحفظ ملت کی صورتیں اختیار کریں اور خداوند عالم سے تقوے کرتے رہیں یہی صورتیں ہیں جن سے فوز و فلاح حاصل ہو سکتی ہے ۔

آخر میں سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے آپ حضرات کی عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم ہماری نیتوں میں خلوص ۔ مقاصد میں بلندی ۔ عزائم میں پختگی عطا فرمائے اور توفیق عمل بیش از بیش نصیب ہو ۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا ۔ او اخطانا ۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا ۔ واغفر لنا ۔ وارحمنا ۔ انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین ۔ کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون ۔ کما یحب ربنا ویرضی ۔

ننگِ اسلاف ۔ حسین احمد غفرلہ

ہندوستان میں
باعزت زندگی بسر کیجیے
وطن کی ترقی میں مساوی حصہ لیجیے
حفاظت ملک و ملت کے علم بردار بنیے
سچی محبت اور بھائی چارہ کو اپنائیے
ملک کی نفرت و عداوت کو دور کیجیے
علم کی روشنی پھیلائیے۔ اور جہالت کو ختم کیجیے
اتحاد و مساوات کا پیغام دنیا کو سنائیے
وقت کے ان اہم تقاضوں کو پورا کرنے
کیلئے
روزنامہ الجمعیۃ (دہلی) کا
مسلسل مطالعہ فرمائیے
قیمت :- سالانہ ۳۵/-
// ششماہی ۲۲/-
// سہ ماہی ۱۲/-
مشتہرین۔ نرخ اشتہارات اور ایجنٹ صاحبان شرائط ایجنسی طلب فرمائیں
منیجر روزنامہ الجمعیۃ، گلی قاسم جان، دہلی